اب ذکر اُس کا کہ نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

فقیر جب اس مقام پر پہنچا ہے کہ وہ اُس ذاتِ گرامی کے ساتھ مکہ میں ہونے والے ناروا سلوک کی تفصیل لکھے تو دل رقیق ہو گیا اور یہ مشکل ہوئی کہ اس باب کو کیسے موسوم کرے بے اختیار یہ مشہور شعر زبان پر رواں ہو گیا اور اسی کو اس باب کا نشان قرار دیا۔

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا: کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

تیسواں باب

رسول اللہ ﷺ براہِ راست ظلم وجور کا نشانہ

۲۱۶ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کا برتاؤ

۲۱۹ وہ بد بخت و بد نصیب جنھوں نے نبی ﷺ کو ایذا پہنچانے کی جسارت کی

۲۱۹ پہلا گروپ: آئمۃ الکفر، چار بڑے موذی

۲۲۲ عقبہ بن ابی معیط نبی ﷺ کا خبیث پڑوسی

۲۲۹ رؤسائے قریش کا قرآن سننا اور دوسروں کو روکنا

۲۳۲ دوسرا گروپ: جنھوں نے رحمۃ للعٰلمین کی بد دعا سنی

۲۳۴ تیسرا گروپ: آپ کے ہونے والے داماد

۲۳۵ چوتھا گروپ: جاہل اور کم ظرف پڑوسی

تیسواں باب

رسول اللہ ﷺ براہِ راست ظلم وجور کا نشانہ

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کا برتاؤ

ہم بائیسویں باب میں معاشرے کے دبے ہوئے طبقات پر اسلام قبول کرنے کے جرم میں ظلم وجور کے دل دہلا دینے والے واقعات کا تذکرہ کر چکے ہیں، اسی طرح اٹھائیسویں باب میں قریشی معزز خاندانوں کے نوجوانوں پر ایذا کے واقعات بھی بیان ہو چکے ہیں، جہاں تک رسول اللہ ﷺ کا معاملہ ہے تو یہ بات پیشِ نظر رہے کہ آپ نے شہر میں نبوت سے قبل چالیس سال ایک انتہائی باوقار اور منفرد شخصیت کے طور پر بسر کیے تھے، شہر کے چھوٹے بڑے سب آپ کی شرافت، نرم خوئی اور حسنِ اخلاق کے ہی معترف نہیں تھے بلکہ آپ کی صداقت، دانائی اور معاملہ فہمی کے بھی قائل تھے، خدیجہؓ سے شادی کے بعد آپؐ ایک زیادہ معتبر شخصیت کی حیثیت سے نمایاں ہوئے تھے۔ پھر ان سب سے بڑھ کر ایک قبائلی معاشرے میں اپنے سردارِ قبیلہ کے سب سے چہیتے جوان تھے۔ کسی بھی معاملے میں سارے اختلافات کے باوجود ایسی شخصیت سے کسی کے لیے بھی بے عزتی کا معاملہ کرنا یا ایذا دینا آسان نہ تھا۔

ان سارے عوامل کے باوجود جن کا تذکرہ ہم نے اوپر کیا، اسلام کی دعوت نے قریش کے سرداروں کی سرداری کو اتنی وضاحت سے چیلنج کیا تھا کہ حجابات آخر کار ختم ہوتے چلے گئے اور پھر وہ دن بھی آگئے جب شہر کے چند شقی القلب لوگوں نے حدود کو پھلانگ لیا اور آپ بھی زبانی استہزا سے آگے بڑھ کر مختلف ایذا کا نشانہ بننے لگے۔ تاہم اس کمینے پن میں کوئی عام آدمی ملوث نہیں ہوا سوائے ائمۃ الکفر کے یا اُن کے حاشیہ بردار [چمچہ گیر] لوگوں کے، ایسا واضح طور پر ابو طالب کی وفات کے بعد ممکن ہوا۔

آگے آپ پر یہ حقیقت اجاگر ہو گی کہ سچائی کے اعلان اور اظہار کا راستا، طرح طرح کے

آلام و مصائب سے اٹا ہوا ہے۔ آشوب و آلام کے نشیب و فراز رسالتِ ماب ﷺ پر گزرے۔ مشرکینِ مکہ کی آنکھوں میں جہالت کی دھول پڑی تھی وہ آپ کی مخالفت کرتے رہے، ان کے حلق سب و شتم اگلتے رہے، امِ جمیل طعنہ دیتی رہیں، ابو لھب محسنِ انسانیت سے گستاخیاں کرتا رہا۔ حارث، نضر وغیرہ واہیات باتیں کرتے رہے۔ امیہ بن خلف نے زیادتیاں کیں، چچی نے ایذا دی، ابو جہل نے ہول ناک مذاق کیا۔ پڑوسیوں نے سفاکیاں کیں، دخترانِ رسول کو اس لیے طلاق دی گئی کہ یہ غم گسارِ انسانیت کی صاحب زادیاں ہیں........ یہ ساری چشم کشا حقیقتیں آپ اگلے اوراق میں جزیات سمیت پڑھیں گے:

محمد ﷺ کی پشت پناہی سے باز رکھنے کے لیے کفار کی ابو طالب کے ساتھ ناکام گفت و شنید

مشرکینِ قریش نے گذشتہ دس بارہ مہینوں میں تین مرتبہ کوشش کی کہ ابو طالب سے بات کر کے محمد ﷺ کی اٹھائی ہوئی مہم کو ٹھنڈا کرنے کی کوئی ترکیب نکالی جائے لیکن ہر مرتبہ انھوں نے نبی ﷺ کو اپنے موقف پر انتہائی صبر کے ساتھ لگا دیکھا اور ابو طالب کو بھی اسی طرح محمد ﷺ کی پشت پر استقلال کے ساتھ پایا، ہر چند کہ انھوں نے ابو طالب کو اُن کے باپ [عبد المطلب] کے دین کے واسطے دے دے کر اپیل کی کہ وہ محمد ﷺ کی پشت پناہی چھوڑ دیں مگر انھیں اس میں ذرہ برابر کام یابی نہیں ہوئی، جب جاہلیت کے پجاری اپنی اس گفت و شنید میں ناکام ہو گئے اور ابو طالب کو اس بات پر قطعاً آمادہ نہ کر سکے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو کسی طرح بھی بتوں کی مذمت اور قرآن کی تلاوت سے روک سکیں تو ابو طالب کی وفات کے بعد انھوں نے تصادم کے راستے پر گام زن ہونے کا فیصلہ کر لیا جس پر چلنے سے وہ اب تک ڈرتے رہے تھے اور جس کے انجام و نتائج کے خوف سے انھیں ہول آتا تھا یہ راستہ تھا رسول اللہ ﷺ کی ذات کو براہِ راست تنقید و استہزا کا نشانہ بنانے پھر درجہ بدرجہ پابندیوں اور جسمانی ایذا سے گزارتے ہوئے قتل تک جانے کا منصوبہ۔

ایک سوال مورخین کے نزدیک بڑا پیچیدہ ہے کہ سب سے بڑا مخالف اور سب سے زیادہ تکلیف وایذا پہنچانے والا کون سا موذی تھا؟

- بات اگر صرف مخالفت کی اور کم زوروں پر ظلم توڑنے کی ہوتی، تو عمرو بن ہشام ہی کا نام آتا ہے جو

سارے مخالفین کا سرغنہ تھا سمیہ اور یاسرؓ کو شہید کرنے والا ، نبی ﷺ کے لیے قتل کا منصوبہ بنانے والا اور بدر میں مشرکین کی قیادت کرنے والا قائدانہ صلاحیتوں کا حامل تھا۔

- مگر بات اگر براہِ راست نبی ﷺ کو جسمانی ایذا رسانی کی ہو تو مہیا تاریخی روایات اور معلومات کے مطابق عقبہ ابن ابی معیط ، پیٹھ پر اوجھڑی ڈالنے والا اور ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ کی گردن میں کپڑا ڈال کر گلا گھوٹنے کی کوشش کرنے والا اور پھر ابو بکرؓ کو مار کر شدید زخمی کرنے والا۔
- بات اگر مخالفین میں سب سے چھچھورے ، کم ظرف اور ذہنی اذیت پہنچانے والے کی ہو تو وہ ابولھب کے علاوہ کوئی دوسرا ہو ہی نہیں سکتا، یہاں تک کہ قرآن نے اس کا نام لے کر اُس کی مذمت کی، باقیوں کے لیے ایسے کوائف بیان کیے گئے مثلاً ابو جہل، ولید بن مغیرہ، اخنس بن شُریق، امیہ بن خلف وغیرہ[۷۶] کے لیے کہ صاف پہچان لیے جائیں البتہ قرآن نے ان کا نام نہیں لیا۔

چناں چہ ہم اسی میں عافیت جانتے ہیں کہ ابولھب کے سر پر ہی بدترین مخلوق کا تاج سجائیں اور اس گروپ میں اس کی بیوی کو بھی شامل کرلیں پھر عقبہ بن ابی معیط کا ذکر کریں اور پھر عمرو بن ہشام یعنی ابو جہل کا۔ اِن بد نصیب لوگوں کو ہم نے پانچ گروپس میں تقسیم کیا ہے کہ جن کی زندگیوں کے دوران اللہ نے محسنِ انسانیت کو مبعوث کیا، انہیں موقع ملا تھا کہ وہ آسمان کے ستارے بنتے مگر وہ شریف و معصوم ﷺ کو تکلیف پہنچا کر ننگِ انسانیت اور جہنم کے کندے بن گئے [سوائے اُن کے جنہیں غلطی کا احساس ہوا اور دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے اور معافی چاہی۔]

---

۷۶ ذیل میں قرآن کے وہ مقامات درج کر رہے ہیں جہاں مخصوص افراد کے کرتوتوں کی مذمت ہے بغیر نام لیے کی گئی ، مگراس طرح کہ صاف پہچانے گئے:

۱. عمرو بن ہشام (ابو جہل) کے لیے اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۙ﴿۹﴾ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ؕ﴿۱۰﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۙ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ؕ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ؕ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ؕ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ۵ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩﴿۱۹﴾ السجدہ

۲. ولید بن مغیرہ کے لیے اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ﴿۲۵﴾

۳. اخنس بن شُریق کے لیے وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۙ﴿۱۰﴾ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ ۙ﴿۱۱﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۙ﴿۱۲﴾ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۙ﴿۱۳﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ؕ﴿۱۴﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۵﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿۱۶﴾

۴. امیہ بن خلف کے لیے وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾

وہ بد بخت و بد نصیب جنھوں نے نبی ﷺ کو ایذا پہنچانے کی جسارت کی

پہلا گروپ: آئمۃ الکفر، چار بڑے موذی

۱. ابو لھب بن عبد المطلب: نبی ﷺ کا سگا چچا تھا، اس کا نام عبد العزّیٰ بن عبد المطلب تھا۔ [ایک عام پھیلی ہوئی غلط فہمی سے لوگ ابو جہل کو بھی لوگ رسول اللہ ﷺ کا چچا گردانتے ہیں، یہ بالکل غلط ہے] ایام حج میں جہاں کہیں بھی آپؐ اپنی بات پہنچانے کے لیے بازاروں، اجتماعات اور خیموں میں جاتے تو ابو لھب آپؐ کی دعوت کا توڑ کرنے اور لوگوں کو آپؐ سے بد ظن کرنے کے لیے ہر جگہ آپ کے پیچھے پیچھے لگا رہتا تھا، آپؐ اپنی بات لوگوں سے کہہ چکتے تو یہ بولتا کہ لوگو! یہ جادو گر ہے، غلط کہتا ہے اس کی باتوں میں نہ آنا، میں صحیح بتاتا ہوں، اس کا سگا چچا ہوں، کم ظرف صرف تکذیب ہی پر بس نہیں کرتا تھا، بلکہ رستوں میں پتھر بھی مارتا رہتا تھا جس سے آپ کی ایڑیاں خون آلود ہو جاتی تھیں، اُسے یہ ڈر نہ تھا کہ بھتیجا جوابًا ہاتھ اٹھائے گا کہ ایسا کرنا مکے کے تمدن و روایات کے خلاف تھا کہ بھتیجا چچا پر دست درازی کرے اور نہ ہی اُسے اپنے بھائی ابو طالب کا خوف تھا کہ وہ اس کے خلاف کوئی اقدام کرے گا کیوں کہ اگر غیر قبیلہ یہ حرکت کرتا تو روایات اُس کے خلاف تادیب کرنے اور انتقامی کاروائی کرنے کی اجازت دیتی تھیں مگر قبیلے کے کسی بزرگ کی جانب سے چھوٹوں کی سرزنش پر سردارِ قبیلہ انتقام اور سزا کے لیے اپنے منصب کو ہر گز استعمال نہیں کر سکتا تھا۔

ابو لھب چوں کہ خود بنو ہاشم کا ایک سر بر آوردہ فرد تھا، اسے محمد ﷺ کو ستانے پر قبیلے کے افراد کی طرف سے بھی بدلہ لینے کا کوئی خطرہ نہ تھا جو دوسرے قبیلے کے لوگوں کو نبی ﷺ کو ایذا پہنچانے میں ہو سکتا تھا۔ ابو جہل نے ایک روز نبی ﷺ کو برا بھلا کہا تو حمزہؓ نے قبایلی عصبیت کے تحت اُس کا بھری محفل میں سر پھاڑ دیا تھا۔ اسلام کی دعوتِ عام کے پہلے ہی دن سے جب نبی ﷺ نے اپنے خاندان کے تمام لوگوں کو کھانے پر بلایا تھا، ابو لھب نے مخالفت کا آغاز کر دیا تھا، اِسی نے ساری تقریب کو خراب کیا، اول فول بکتا رہا اور قبیلے کا بڑا ہونے کے ناتے کوئی اسے چپ بھی کرانے کی ہمت نہ کر سکا۔ ایسا ہی کام اس نے اُس مجمع میں کیا جو آپ نے کوہِ صفا سے اہلِ مکہ کو پکار کر جمع کیا تھا، سارا مجمع آپ کی صداقت کی بہ یک زبان گواہی دے رہا تھا، اُس وقت بھی یہ بک بک کر رہا تھا کہ: 'تم برباد ہو گیا

اسی لیے ہمیں جمع کیا تھا؟'الغرض پہلے دن ہی سے اس کے دماغ پر محمد ﷺ سے نفرت کا ایک بادل تھا جو چھا گیا تھا، ایسا کیوں ہوا، تاریخ و سیرَ کی کتابوں کے مطالعے سے اس کا کوئی پتا نہیں چلتا، سوائے اس کے ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ بدنصیب و بدبخت تھا، اللہ کے نمایندے کے مقابلے میں ابلیس کا ایک نمائندہ تھا جس کم ظرف و کمینے کو خود کفار و مشرکین کے درمیان کوئی اعتماد حاصل نہ تھا، ایسا کمینہ تھا کہ آپؐ کی بعثت سے قبل کعبے میں جو سونے کے ہرن رکھے گئے تھے وہ چرا کر کھا گیا تھا۔

بعثت سے پہلے ابولھب نے اپنے دو بیٹوں عُتْبہ اور عُتَیْبہ کی شادی [صرف نکاح، رخصتی نہیں ہوئی تھی] نبی ﷺ کی دو صاحبزادیوں رقیہؓ اور ام کلثومؓ سے کی تھی لیکن بعثت کے بعد اس نے نہایت سختی اور درشتی سے اپنے بیٹوں سے کہا کہ اگر تم نے محمدؐ کی بیٹیوں کو طلاق نہ دی تو مجھے تم سے ملنا حرام ہے، اس طرح دونوں لڑکیوں کو طلاق دلوادی۔ اسی طرح جب نبی ﷺ کے دوسرے صاحبزادے عبد اللہ کا انتقال ہوا تو ابولھب کو اس قدر خوشی ہوئی کہ وہ دوڑتا ہوا اپنے رفقا کے پاس پہنچا اور انھیں یہ "خوش خبری" سنائی کہ محمدؐ ابتر (نسل بریدہ) ہوگئے ہیں۔ ابولھب، چچا ہونے کے علاوہ وہ آپؐ کا پڑوسی بھی تھا اس کے باوجود یہ ساری حرکتیں کر رہا تھا کہ، کم ظرفی کی انتہا یہ کہ حقِ ہم سایگی میں نہ صرف خود بلکہ دوسرے پڑوسیوں کے ساتھ مل کر بھی آپؐ کو آپؐ کے گھر کے اندر گندگی پھینک کر ستاتا تھا، گھر کی گندگی اٹھا کر آپ کے گھر میں پھینکا کرتا تھا، جب ہم آپؐ کے پڑوسیوں کی کمینی حرکتوں کا تذکرہ کریں گے تو بات نسبتاً تفصیل سے آئے گی۔

نبی ﷺ کی مخالفت میں آپ اس کو ہر جگہ سرگرم عمل پائیں گے گویا یہ اللہ واسطے کا دشمنِ جانی تھا، کھانے کی تقریب میں، کوہِ صفا کے سامنے مجمع میں، حج کے دوران نبی ﷺ کے تبلیغی دوروں میں، خاندانی جھگڑوں میں جن کا انجام آپ ﷺ کی بیٹیوں کو طلاق دلوانے پر ہوا، ایک انتہائی کینہ پرور اور مفسد پڑوسی تھا، اس کی کمینی حرکتوں کی انتہا آپ کے اکلوتے بیٹے کے انتقال پر بغلیں بجانے پر ہی نہیں بلکہ اُس موقع پر ہوئی جب مکے کے تمام قبائل کے سرداروں نے بنو ہاشم کا اس وقت تک معاشرتی اور معاشی مقاطعہ کرنے کا فیصلہ کیا جب تک کہ وہ محمد ﷺ کو قتل کرنے کے لیے اُن کے حوالے نہ کر دیں، تمام بنو ہاشم نے جن کی اکثریت مسلمان نہیں تھی، محمد ﷺ کو حوالے نہیں کیا اور اس مقاطعے کا صبر و جماؤ کے ساتھ تین سال مقابلہ کیا۔ اللہ کی رضا اور

آخرت کی کام یابی کے لیے نہیں بلکہ رائج قبائلی پسندیدہ روایتوں کی پاس داری کر کے بے ننگ و نام ہونے سے بچنے کے لیے، ان روایتوں کے مطابق اپنے خاندان کے کسی فرد کو دوسروں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی۔ ابو لھب نے ہزاروں سال کی اس روایت کے بر خلاف محمد ﷺ سے اپنے سینے میں بھرے بغض و نفرت کے اظہار کے لیے اپنے خاندان اور قبیلے کا ساتھ دینے کے بجائے غیروں کا ساتھ دینا پسند کیا جس کو خود مشرکینِ مکہ نے حمایت کی بنا پر باوجودیک گونہ خوشی کے بے غیرتی کو پسند نہیں کیا ہوگا کیوں کہ یہ رواج کے مطابق مردانگی اور غیرت کے خلاف کام تھا، مکہ میں گو کہ مشرک بہت تھے مگر ابو لھب جیسا کم ظرف کوئی دوسرا نہیں بستا تھا۔ نفرت و بغض کی اس حد پر پہنچنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں اس کا نام لے کر اس کی اور اس کی بیوی کی سورۃ اللھب میں مذمت فرمائی تاکہ قیامت تک لوگ اس کی بُرائی کو یاد رکھیں اور دہراتے رہیں۔ اس ذلت اور رسوائی سے کوئی دوسرا دشمنِ دین دوچار نہیں ہوا۔ ابو لھب خباثت، کم ظرفی، حسد و بغض کی اُن انتہاؤں پر پہنچ گیا جہاں پہنچنے سے اس کائنات کے بد ترین انسان شرماتے، کانپتے اور اس سے بدرجہا کم برے نظر آتے ہیں۔ مشرکین مکہ کی جانب سے معاشرتی اور معاشی مقاطعہ کے دوران روح الامین کا آپ ﷺ پر سورۃ اللھب لے کر آنا ساتویں سال نبوت کے بیان کے موقع پر جلد سوم میں زیرِ بحث آئے گا۔ اِن شاء اللہ العزیز

سن دس بعثتِ نبوی میں ابو طالب کی وفات کے بعد قبیلہ بنو ہاشم کی سرداری ابو لھب کے حصے میں آئی تو رسول اللہ ﷺ کو وہ قبائلی روایت کے مطابق پشت پناہی حاصل نہ رہی جو اب تک حاصل تھی لہٰذا اس کے آپ کی تحریک movement پر بڑے دور رس اثرات پڑے جن کا ذکر ہم اِن شاء اللہ سن دس بعثت نبوی کے واقعات اور تنزیلات کے ساتھ کریں گے۔

۲. عقبہ بن ابی معیط نبی ﷺ کا خبیث پڑوسی: عُقبہ بن ابی مُعیط اپنی بد بختی اور خباثت میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں دو بہت خراب پڑوسیوں [یعنی ابو لھب بن عبد المطلب اور عُقبہ بن ابی مُعیط] کے درمیان تھا وہ دونوں گوبر اور لید اکٹھی کر کے لے آتے تھے اور یہ گندگی میرے دروازے پر پھینک دیا کرتے تھے۔ چناں چہ بخاری میں عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے کچھ رفقا بیٹھے ہوئے تھے کہ

کسی نے کسی سے کہا: کون ہے جو بنی فلاں کے اونٹ کی اوجھڑی لائے اور جب محمدؐ سجدہ میں جائیں تو ان کی پیٹھ پر ڈال دے؟ اس پر قوم کا شقی ترین آدمی... عقبہ بن ابی معیط. اٹھا اور اوجھ لا کر انتظار کرنے لگا۔ جب نبی ﷺ سجدے میں تشریف لے گئے تو اسے آپ کی پیٹھ پر دونوں کندھوں کے درمیان ڈال دیا۔ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں سارا ماجرا دیکھ رہا تھا، مگر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

کاش! میرے اندر بچانے کی طاقت ہوتی۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرنے لگے اور رسول اللہ ﷺ سجدے میں ہی پڑے رہے، سَر نہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ فاطمہؓ آئیں اور آپ کی پیٹھ سے اوجھ ہٹا کر پھینک دی، تب آپ نے سَر اٹھایا۔ پھر تین بار فرمایا اللّٰھم علیك بقریش۔ اے اللہ تو قریش سے نبٹ لے۔ جب آپ نے رؤسائے قریش کے سات افراد کا نام لے کر بددعا کی تو انھیں بہت ناگوار اور بھاری محسوس ہوا۔ کیوں کہ ان کو یقین تھا کہ اس شہر میں دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اِن ہنسنے والوں میں سے ایک ایک کا نام لے لے کر بددعا کی: اے اللہ! ابوجہل سے نبٹ لے اور اسی طرح سب دیگر سے نبٹنے کے لیے کم زور بندےؐ نے ساری طاقتوں کے مالک کو مدد کے لیے پکارا۔ سچ بات یہی ہے کہ وہی ایک معبود ساری طاقتوں کا مالک ہے، وہی مشکل کشا اور حاجت روا دور و نزدیک سے سننے والا ہے۔ نبی ﷺ اگر طاقت ور صاحبانِ اقتدار سے نبٹنے پر قادر ہوتے تو نبٹ لیتے مگر یہ قدرت تو اللہ کے علاوہ کسی کو نہیں۔ پھر دیکھنے والی دنیا نے دیکھا کہ ان سارے دُہرے ہو ہو کر ہنسنے والوں کی سر کٹی لاشیں قلیبِ بدر والے کنویں میں پڑی تھیں [77]۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ وہیؐ جس کو اونٹ کی اوجھڑی تلے دبا کر حرم میں میں مذاق کا نشانہ بنایا گیا تھا، جو للک للک کر اللہ کو اُن کے مقابلے کے لیے پکار رہا تھا، ایک دن، اُس وقت سے سترہ سال بعد اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھا شہر میں داخل ہو رہا تھا، مدد کرنے والے قہّار و جبّار حقیقی مشکل کشا کے سامنے عاجزی سے پُرنم آنکھیں لیے رقیق ہو کر کہہ رہا تھا کہ اُس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا، اُس نے اپنے بندے کی مدد کی اور اُسی اکیلے نے تمام لشکروں کو نبٹ لیا۔

۳. عمرو بن ہشام المخزومی (ابوجہل) دنیاوی اعتبار سے ایک سمجھ دار دُھن کا پکا جنگ جُو قائدانہ صلاحیتوں سے نوازا ہوا قریش کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا، ابولہب کی طرح ہرگز کم ظرف

77 سوائے عقبہ بن ابی معیط کی کہ اُس کی گردن الگ اتاری گئی تھی۔

نہ تھا اور نہ ہی عقبہ بن ابی معیط کی مانند چھچھورا تھا۔

'نادان دوست سے دانا دشمن کا بہتر ہونا' اُس پر صادق آتا تھا۔ اُس کی یہ نابغہ روزگار خوبیاں تھیں جن کی بنا پر نبی ﷺ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ عمر [Umar] بن الخطاب یا عمرو [Amar] بن ہشام میں سے کسی ایک سے اسلام کی مدد فرما۔ قسمت نے اُس کا ساتھ نہ دیا اور عمرؓ کی خوش نصیبی کہ اسلام کے لیے سفرِ ہجرت کے لیے سامان باندھتی بہن کے پر عزم چہرے نے اُس کے دل کو اسلام کے لیے نرما دیا[78]۔ عمرو بن ہشام عربوں کے دورِ جاہلیت کے مثالی لیڈروں میں سے ایک لیڈر تھا اور اپنے ماضی قریب کے اجداد کی مثال اور نشانی تھا۔

ابو جہل ایک خالص نظریاتی دشمن تھا، انسان سارے جہان سے زیادہ خود اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے، اسی طرح کے کسی نفسیاتی عارضے نے ابو جہل کو کسی طرح یہ یقین دلا دیا تھا کہ اُس کا وطن یہ مکہ اور اُس کی تہذیب و تمدن، اُس کے باپ دادا کا دین سب کچھ محمدؐ نے داؤ پر لگا دیا ہے، اس کے اس یقین نے اُس کو محمد ﷺ کے لائے ہوئے دین کا دشمن بنا دیا۔ بدر کے لیے روانہ ہوتے وقت اُس نے کعبہ کے پردے پکڑ کر دعا مانگی کہ اے اللہ جس نے تفرقہ ڈالا ہے اُس پر آسمان سے پتھر برسا[79]۔ جنگ کے شعلے بھڑکنے سے قبل متعدد لوگوں نے کوشش کی کہ وہ جنگ تک معاملے کو نہ لے جائے لیکن وہ صابر اور بہادر لیڈر تھا، جب وہ میدانِ جنگ میں زخمی پڑا قتل ہونے جا رہا تھا اور عبداللہ بن مسعودؓ نے اُس کے اوپر پیر رکھا تو بولا: اُوچرواہے تو بڑی اونچی جگہ چڑھ گیا اور پھر جب آپ نے اُس کی گردن کاٹنے کے لیے تلوار بلند کی تو بولا ذرا نیچے سے کاٹنا (تا کہ جب گردنیں قطار میں رکھی جائیں تو نیچے سے کاٹی جانے کے سبب سب سے اونچی معلوم ہو)

---

۷۸ عمر بن الخطابؓ کے ایمان لانے کی روایات میں کچھ اختلاف ہے کہ وہ اپنی سگی بہن کو زخمی دیکھ کر پسیجے یا ایک دوسری عزیزہ خاتون کو عازم بہ ہجرت دیکھ کر، اس پر گفتگو ان شاء اللہ چھٹے سال نبوی کے آغاز کے واقعات و تنزیلات کے ساتھ ہو گی۔

۷۹ مصنف کو گمانِ غالب ہے کہ ابو جہل کو ابتداً اور اصلاً نبی ﷺ کی صداقت و نبوت میں کوئی شک نہیں تھا، خود فریبی نے اُس کو اپنے غلط موقف پر اس قدر جما دیا اور اس مقام پر پہنچا دیا تھا کہ وہ یقین کے درجے میں اپنے آپ کو حق پر سمجھنے لگا لہٰذا وہ اب کعبے کے پردے پکڑ کر اللہ سے ناحق پر اڑنے والوں کے لیے بد دعا کر رہا تھا اور اللہ نے اُس کی بد دعا سن لی۔ جو ناحق پر تھے وہ بدر میں ذلیل و رسوا ہو کر مارے گئے!

بچپن میں ایک مرتبہ نبی ﷺ سے کُشتی ہوئی تھی جس میں آپ نے اُسے پٹخ دیا تھا اور اُسے گھٹنے میں زخم آیا تھا جس کا نشان ساری زندگی رہا۔ اسی نشان سے میدانِ بدر میں اُس کی سر بریدہ [سرکٹی] لاش کی شناخت ہو سکی۔ کیا خبر کہ بچپنے کی اِس کُشتی میں جو اُس کی سُبکی ہوئی وہ اُس کے لا شعور میں چپک گئی ہو اور ابلیس لعین اس کمزوری سے فایدہ اٹھا کر ساری زندگی اُس کو محمد ﷺ سے انتقام پر آمادہ کرتا رہا ہو! (یہ محض مصنف کی ذاتی رائے ہے)

اسلام کی دشمنی میں دیوانہ ہو گیا تھا، اپنے سگے بھائی سلمہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرنے پر لعن طعن کرتا، ایک موقع پر ان کو قید کر دیا اور وہ سالوں قید میں رہے، اُن کا واقعہ ہم زمانی ترتیب میں اپنے مقام پر کریں گے۔ اپنے چچازاد کزن ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کو تو وہ کچھ کہہ ہی نہ سکتا تھا کہ وہ صاحبِ مرتبہ تھے مگر غلاموں اور لونڈیوں پر اس نے ظلم کی انتہا کر دی، سمیّہ رضی اللہ عنہا کو اُس نے پیٹ کے نیچے نیزہ مار کے شہید کیا، یہ اللہ کی راہ میں محمد ﷺ پر ایمان لا کر ایمان کی خاطر جان دینے والی پہلی برگزیدہ ہستی ہیں [۸۰]۔ اِن کے شوہر سیدنا یاسر رضی اللہ عنہ کو بھی اِس ناب کار ابوجہل نے ٹھڈّے مار مار کر شہید کیا۔ اللہ اس مبارک جوڑے پر اپنی رحمتیں تمام کر دے! یمن سے آنے والے یاسر کا خاندان مکہ میں ایک پردیسی خاندان تھا جو ایمان لانے کے جرم میں قریش کی جھوٹی نخوت کا شکار ہوا اور پھر رہتی دنیا تک کے لیے محمد ﷺ پر ایمان لانے والے تمام انسانوں کے سروں کا تاج بن گیا۔

عمرو بن ہشام (ابوجہل) اپنے خاندان اور قبیلے میں جتنا یہ ڈھنڈورا پیٹتا کہ بنو ہاشم، بنو مخزوم سے

---

۸۰ سمیہ رضی اللہ عنہا کے مقابلے میں بعض مورخین حارث بن ابی ہالہ کو پہلا شہید کہتے ہیں، میرے گمان و یقین میں حارث بن ابی ہالہ کی شہادت محض ایک خیالی قصہ ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رہے کہ سمیہ رضی اللہ عنہا پردیسی نہیں بلکہ قریشی فرد ابو حذیفہ المغیرہ کی بیٹی تھیں، لیکن جاہلیت میں عورت تو محض شوہر کی جایداد ہوتی ہے، اُس کا نسب اس دن ختم ہو جاتا ہے جس دن وہ باپ کے گھر سے شوہر کے گھر چلی جاتی ہے، چناں چہ سمیہ رضی اللہ عنہا کو قریشی ہونے کا کوئی فایدہ نہیں ہوا، وہ تو بس یمنی شوہر کی بیوی تھیں! [جاہلیت کا یہ شعار آج کی جدید جاہلیت میں بھی اس طرح موجود ہے کہ لڑکی کا ایک نام ہوتا ہے، باپ کے نام کے ساتھ جڑ کر اور شادی ہوتے ہی، باپ کا نام اُس کے نام سے خارج ہو جاتا ہے اور شوہر کا نام اُس کے نام کے ساتھ جڑ جاتا ہے، اگر طلاق ہو جائے تو پہلے شوہر (گویا مالک) کا نام کٹ کر نئے شوہر کا نام اس کے نام کا لاحقہ suffix بن جاتا ہے۔ اسلام نے عورت کو اس طرح کی قابل انتقال چیز comodity نہیں بنایا، اُس کو جنسی تسکین کے لیے اشتہاری حربہ کے طور پر استعمال کی اجازت نہیں دی۔]

بازی لے جانے کے چکر میں ہیں، اُس کے خاندان اور قبیلے والے اُتنے ہی زیادہ اسلام کے قریب آتے، یوں اللہ تعالیٰ دکھا رہا تھا کہ اسلام اور کفر یا توحید و شرک کی جنگ کو قبائلی جنگ کا رنگ دینے والے اپنی ہوائے نفس پر ملمع سازی کر رہے ہیں، چنانچہ ابو جہل کے حقیقی سگے بھائی سلمہ بن ہشامؓ نے اس کی ساری خاندانی وجاہت اور بڑائی کے دعووں کو لات مار کے نبی ﷺ کی غلامی کو قبول کیا! اس جرم میں ابو جہل کے ظلم کا نشانہ بنے [کم بخت ابو سلمہؓ اور ارقمؓ کو کچھ کہتا تو چچا کا خاندان انتقام لیتا، یہ تو اپنا سگا بھائی تھا کون اس کا بدلہ لینے آتا] ہجرتِ حبشہ کر گئے، واپس آئے تو ابو جہل نے قید کر دیا، ابو جہل کے مرنے کے بعد بھی غزوہ خندق تک خاندان والوں نے ان کو نہیں چھوڑا۔ ابو جہل کے دو چچا زاد بھائی قدیم الاسلام صحابی [سابقون الاولون] ہیں پہلے ابو سلمہ بن عبد الاسدؓ، اسی طرح اُن کی اہلیہ اُمّ سلمہؓ، اُن کے بیٹے سلمہؓ بھی، ابو سلمہ کے بعد دوسرے چچازاد ارقم بن ابی الارقمؓ ہیں جو معاشرتی مرتبے، صلاحیت و فراست ہر لحاظ سے ابو جہل کے ہم پلہ تھے بلکہ بعض لحاظ سے تو بہتر تھے، انھوں نے صفا سے متصل اپنا گھر نبی ﷺ کو اسلام و ایمان کا مرکز بنانے کے لیے پیش کر دیا تھا، کمزوروں پر ظلم کرنے والے عمرو کی تو آواز بھی ارقمؓ کے سامنے نہیں نکل سکتی تھی۔ اسی ابو جہل کے ماں جائے بھائی عیاش بن ابی ربیعہؓ نے بھی اسلام قبول کیا۔ ان سارے حقائق کے سامنے جب یہ کہا جاتا ہے کہ محمد ﷺ کی مخالفت میں قبائلی عصبیت بھی کارفرما تھی تو مجھے اس موقف میں کوئی وزن نہیں نظر آتا۔ ابو جہل کی موت کے بعد اس کے بیٹے عکرمہؓ بن ابی جہل نے اسلام قبول کیا، اسی طرح اس کی بیٹی نے بھی اسلام قبول کر لیا ۔

سن پانچ بعثتِ نبوی کے آخری ایام میں حمزہؓ کے ایمان لانے کے بعد کفارِ مکہ کی ایذا رسانیوں میں وقتی طور پر واضح کمی آگئی تھی اور انھوں نے نبی ﷺ سے کچھ بات چیت کر کے معاملے کو حل کرنے کی کوششیں کیں۔ جن میں سے ایک کوشش سردارانِ قریش کی مرضی سے عتبہ بن ربیعہ کی نبی ﷺ سے آپ کو پیش کشوں والی گفتگو ہے جسے نبی ﷺ نے رد کر دیا اور بات چیت کا کوئی نتیجہ سرداروں کے حسبِ خواہش نہیں نکلا، اس کے بعد انھوں نے خود ایک دن نبی ﷺ کو بلایا اور بہت تفصیل سے گفتگو کی جو بے نتیجہ رہی اور نبی ﷺ کے پائے استقامت کو نہ ہلا سکی، آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن امیہ جو سردارانِ قریش کے ساتھ اس گفتگو میں موجود تھا اُس نے بھی

گفتگو کے بعد گھر کی جانب جاتے ہوئے آپ سے بہت بے ہودگی سے بات کی، اِن تمام واقعات کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر تیسری جلد میں آئے گی، اس جگہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اِن تینوں بے نتیجہ گفتگوؤں نے ابو جہل کو بہت بد دل کر دیا اور نبی ﷺ کے وہاں سے جانے کے بعد اُس نے کہا جو ہو سو ہو میں محمدؐ کو ختم کر دوں گا، اس واقعے کو ہم ابنِ ہشام سے ذیل میں نقل کر رہے ہیں:

ابو جہل بولا کہ اے قریش کے لوگو محمدؐ نے ہمارے دین و مذہب میں بہت خامیاں نکالی ہیں، جیسا کہ تم جانتے ہو کہ وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے، ہمارے آباء و اجداد کو گالیاں دینے اور ہمارے عقل مند لوگوں کو بے وقوف اور احمق بتانے سے باز نہیں آتا، میرا تو اب یہ ارادہ ہے کہ کل کوئی ایسا بھاری سے بھاری پتھر جسے میں اٹھا سکوں اٹھا لوں اور اس کے انتظار میں بیٹھ جاؤں، جب وہ نماز کے دوران سجدے میں ہو تو اُس پتھر سے اس کا سر پھوڑ دوں، اس کے بعد تم چاہے میری حمایت کرو یا نہ کرو اور بنی عبدِ مناف جو چاہیں مجھ سے انتقام لیں، لیکن میں یہ کام ضرور کروں گا۔ لوگوں نے وعدہ کیا کہ ہم کسی حالت میں اور کسی قیمت پر تیری حمایت اور امداد سے دست کش نہیں ہوں گے، جو تیرے دل میں آتا ہے تو کر گزر۔ صبح ہونے پر ابو جہل نے ویسا ہی پتھر لیا جیسا کہ وہ کہتا تھا اور نبی ﷺ کی تاک میں بیٹھ گیا، نبی اکرم ﷺ اپنے معمول کے مطابق صبح سویرے نکلے....... نبی ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور قریش بھی اپنی اپنی جگہ یہ دیکھنے کے لیے جمع تھے کہ دیکھیں عمرو کیا کرتا ہے نبی ﷺ جب سجدے میں گئے تو عمرو آپؐ کی طرف آیا اور آپ کے قریب ہوا، لیکن فوراً ہی اس حالت میں واپس پلٹا کہ اس کے چہرے کا رنگ فق تھا، جسم پورا لرز رہا تھا، ہاتھوں میں پتھر ابھی تک تھا مگر ہاتھ بے حس محسوس ہو رہے تھے، آخر کار اس نے پتھر پھینک دیا۔ کفار اس کے قریب آ گئے اور دریافت کیا کہ اے ابوالحکم تجھے کیا ہوا؟ اُس نے جواب دیا کہ میں اُس کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ اُس کے ساتھ وہ سلوک کروں جس کا میں نے اعلان کیا تھا، جب میں اس کے پاس پہنچا تو اس کے اور میرے درمیان ایک اونٹ آ گیا، میں قسمیہ کہتا ہوں کہ ایسے جسم کا اونٹ پہلے کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی اتنی لمبی گردن والا اونٹ اور نہ ہی اُس اونٹ جیسے دانت کسی اور اونٹ کے آج تک میں نے دیکھے، وہ اونٹ مجھے کھانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ابنِ اسحٰق کا کہنا ہے کہ مجھ سے بعض لوگوں نے اس بارے میں ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: وہ جبریلؑ تھے،

اگر عمرو پاس آتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔

ابو جہل غزوہِ بدر میں مشرکین کو مستقل جنگ پر آمادہ کرتا رہا جب کہ تجارتی قافلے کے بحفاظت مکہ کی طرف نکل جانے نے مشرکین مکہ کے لیے کوئی جواز نہیں چھوڑا تھا کہ وہ پیش قدمی کریں، اس موضوع پر تفصیلی گفتگو ہجرت کے پہلے سال کے واقعات و تنزیلات کے موقع پر ہو گی۔

مہماتی انداز میں دعوت و تبلیغ کے آغاز کے بعد جب حج کا موقع آیا اور ولید نے لوگوں کی جانب سے نبی ﷺ پر چسپاں کرنے کے لیے مکہ کے سرداروں کی طرف سے ہر پہلو (مذمتی لقب) کو مسترد کر دیا تو یہ عمرو ہی تھا جو ولید کے سر ہو گیا کہ کچھ نہ کچھ تو تم بتا کر ہی محفل سے اٹھو اور پھر ولید نے لوگوں ہی کے تجویز کردہ ایک بے ہودہ اور نامعقول لقب کو انتخاب کرنے کا اعلان کر دیا[۸۱]۔ جادوگر کہہ کر جان چھڑائی، اگر یہ بدبخت اُس موقع پر اُس کے سر نہ ہوتا تو عین ممکن تھا کہ محفل بغیر کسی فیصلے کے ختم ہو جاتی اور محمد ﷺ کی مخالفت خود تمام قریش کے مخالف سرداروں کے ذہنوں میں نامعقول قرار پا جاتی، اس کم بخت نے مکہ کو دارالاسلام بننے سے محروم کر دیا اور انجامِ کار مدینہ یہ اعزاز لے اُڑا۔

جب نبی ﷺ نے شرک کے خلاف مہماتی انداز میں دعوت و تبلیغ کا کام شروع کیا اور حرم میں اعلانیہ صلوٰۃ ادا کرنی شروع کی تو اس نے آپ کو حالتِ سجدہ میں جان سے مارنے کی دھمکی دی، جس کا ہم ذکر پچھلے صفحات میں کر چکے ہیں[۸۲]، اسی طرح جب ایک روز آپ حرم میں نماز کے لیے موجود تھے تو اس نے آپؐ سے کہا کہ کیا میں نے تم کو منع نہیں کیا تھا؟ جس پر نبی ﷺ نے اس کا گریبان پکڑ کر جھٹکے دے کر یہ سمجھا دیا کہ تُو ہوتا کون ہے اس طرح کا حکم دینے والا، اس پر وہ حیران و پریشان ہو گیا اور کہتا تھا محمدؐ تم کس بل بوتے پر ایسا کرتے ہو، اللہ کی قسم اس وادی مکہ میں میری مجلس سب سے بڑی اور میرے پیچھے چلنے والے حمایتی لوگ ہیں! اس پر یہ آیت نازل ہوئیں فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ۝١٧ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝١٨ (المدثر) وہ بُلا لے اپنے حامیوں کی ٹولی کو، ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بُلا لیں گے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ نے گریبان پکڑ کر کہا: اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝٣٤ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۝٣٥ (القیامہ)

۸۱ اس کتاب میں صفحہ ۹۶-۹۷ پر دی گئی تفصیلات دیکھیے

۸۲ اسی کتاب میں دیکھیے سُوْرَۃُ الْعَلَق آیات ۶ تا ۱۹ صفحہ ۴۲-۴۳

تیرے لیے یہ بہت ہی موزوں ہے۔ تیرے لیے یہ بہت ہی موزوں ہے، اس پر ابو جہل کہنے لگا اے محمدؐ مجھے دھمکی دے رہے ہو؟ اللہ کی قسم تم اور تمھارا پروردگار میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، مکے کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان چلنے پھرنے والے انسانوں میں سب سے زیادہ معزز میں ہوں [۸۳]۔

ایک روز قریش کے سردار حسبِ معمول کعبہ کے سائے میں محفل جمائے بیٹھے تھے، ایک شخص سیدھا چلتا ہوا اُن کے پاس پہنچا اور بولا کہ اے قریش کے لوگو مظلوم پردیسی کی مدد کرو، تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ وہ بولا میرا تعلق اراش قبیلے سے ہے میں آپ کے شہر میں بیچنے کے لیے اونٹ لایا تھا، ابوالحکم بن ہشام [۸۴] نے مجھ سے سودا کیا اور اونٹ لے لیے مگر پیسے نہیں دیتا، میرے پیسے دلوائے جائیں۔ حرم کے دوسرے سرے پر نبی ﷺ تشریف فرما تھے۔ قریش کے ان سربرآوردہ لوگوں کو مذاق کی سوجھی، ایک بولا بھئی ہم تو کچھ بھی تمھاری مدد نہیں کر سکتے یہ جو اُس جانب ایک صاحب بیٹھے ہیں وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں۔ اراشی نبی ﷺ کے پاس آیا اور اپنا ماجرا سنایا۔ آپ ﷺ اُٹھے اور اُسے ساتھ لے کر ابو جہل کے گھر کی طرف چل دیے۔ سرداروں نے ایک آدمی سے کہا کہ ان دونوں کے پیچھے جاؤ اور آکر بتاؤ کیا تماشا ہوتا ہے۔ وہ آدمی کچھ فاصلے سے پیچھے ہو لیا۔ نبی ﷺ نے عمرو کے دروازے پر پہنچ کر کنڈی کھٹکھٹائی، اندر سے آواز آئی کون ہے؟ نبی ﷺ نے باآوازِ بلند جواب دیا محمدؐ، ابو جہل فوراً دروازہ کھول کر باہر آیا، اُس کے باہر نکلتے ہی، تحکمانہ انداز میں نبی ﷺ نے اُس سے کہا کہ اِس اراشی کے پیسے فوراً ادا کرو! عمرو خاموشی سے اندر گیا اور اونٹوں کی ساری رقم لا کر ادا کر دی۔ اراشی نے نبی ﷺ کا شکریہ ادا کیا اور رقم لے کر چلا گیا۔ نبی ﷺ واپس حرم تشریف لے آئے، قریش کے سردار منتظر تھے کہ دیکھیں کیا تماشا بنتا ہے؟ اپنے مخبر کو تیز تیز

---

۸۳ یہ تھی دماغ میں بسی وہ بِس کی گانٹھ! جو ابو جہل کو اور سارے سردارانِ قریش کو مخالفت پر اکساتی تھی۔ جھگڑا سارا یہ تھا کہ معزز کون ہے؟ سردار کون ہے؟ اگر محمدؐ کو اللہ کا فرستادہ تسلیم کر لیں تو وہ سب کا سردار ہو گا اور وہی سب سے معزز ہو گا۔ ابو جہل اور سارے جاہلیت کے مارے ابو جہلوں کا کل بھی یہی ادعا تھا اور آج بھی امتِ مسلمہ کے ایوانوں میں براجمان حکمرانوں کا ہے۔ فرق اتنا تھا کہ کل ابو جہل محمد ﷺ کو تسلیم کرنے کے معانی سے اور تقاضوں سے واقف تھا اور آج کے نسلی مسلمان صرف اس لیے مسلمان ہیں کہ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوئے ہیں۔ الاماشاءاللہ۔

۸۴ عمرو بن ہشام کو اُس کی فراست اور عمدہ قوتِ فیصلہ کی وجہ سے ابوالحکم بھی کہا جاتا تھا۔

واپس آتا ہوا دیکھ کر اُن کی بے چینی میں اضافہ ہو گیا۔ مخبر نے آکر کہا: واللہ، میری آنکھوں نے آج وہ کچھ دیکھا جو پہلے کبھی نہ دیکھا، محمدؐ کو تو دیکھتے ہی عمرو بن ہشام کا تو رنگ ہی بدل گیا، جب محمدؐ نے کہا کہ اراشی کا حق ادا کرو تو معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے جسم میں جان باقی نہیں رہی! سرداروں کو یہ باتیں ناقابلِ یقین لگ رہی تھیں۔ ابوالحکم ان کا بہت بڑا سردار اور نبی ﷺ کے خلاف ساری مہم کا انچارج بھی تھا، وہ نبی ﷺ کے حکم کی اس طرح تابع داری کرے گا! اُن کے تو حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی!

رؤسائے قریش کا قرآن سننا اور دوسروں کو روکنا

ابنِ ہشام نے ابنِ اسحٰق سے روایت کی کہ ابو جہل بن ہشام، ابو سفیان بن حرب، الاخنس بن شریق، اور بنی زہرہ کا حلیف ابنِ وہب ایک رات نبی ﷺ کی زبان سے قرآن کی تلاوت سننے کے لیے اپنے اپنے گھروں سے نکلے، جو آپ باآواز بلند اپنے گھر میں دورانِ نمازِ تہجد تلاوت کیا کرتے، ان میں سے ہر شخص اپنی اپنی جگہ پہنچا اور سننے میں مصروف رہا، اور معاملہ یہ تھا کہ ہر شخص دوسرے کی موجودگی سے لاعلم تھا۔ ہر شخص نے پوری رات تلاوت سنی یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور وہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے، راستے میں وہ سب مل گئے، ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا کہ وہ تلاوت سننے کیوں آیا کہ اگر قریش کے دوسرے کم درجہ لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ سرداروں کی دل چسپی کا حال ہے تو وہ بھی اسی طرح محمدؐ کے کلام میں دل چسپی لینے لگیں گے۔ آپس میں انھوں نے یہ پیمان کیا کہ آئندہ اُن سے ایسی حرکت نہیں ہو گی۔ یہ بات طے کرنے کے بعد وہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ جب دوسری رات ہوئی تو اُن میں سے ہر شخص چھپ کر پھر آیا اور اپنی مخصوص جگہ بیٹھ کر تلاوت سننے لگا، جب صبح ہوئی تو سب اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے اور گزشتہ روز کی مانند پھر مل گئے، پھر وہی ملامت کا سلسلہ ہوا جو ایک روز پہلے ہوا تھا، اور پھر دوبارہ نہ آنے کے وعدے وعید ہوئے۔ تیسری رات پھر یہی تلاوت سننے کا واقعہ پیش آیا اور اُسی طرح یہ جمع ہوئے۔ آپس میں کہنے لگے کہ ہماری یہ عادت اُس وقت تک ٹھیک نہیں ہو گی جب تک ہم مکمل طور پر دوبارہ نہ آنے کا پکا عہد کریں، چناں چہ اس بات کا عہد کیا اور ادھر اُدھر چلے گئے۔

دن چڑھے اخنس بن شریق ابو سفیان کے پاس آیا اور اُس سے کہنے لگا کہ ابو حنظلہ تم نے جو کچھ محمدؐ سے سنا ہے اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ [لگتا ہے کہ قرآن کی تاثیر سے اخنس خود ہل گیا تھا] ابو سفیان نے جواب دیا کہ اے ابو ثعلبہ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اِس میں [محمدؐ کے کلام یعنی قرآن مجید میں] بہت سی ایسی باتیں سنی ہیں جنھیں میں اچھی طرح جانتا ہوں اور ان کے مفہوم سے بھی واقف ہوں اور بہت سی ایسی باتیں سنیں کہ نہ ان کے معانی معلوم ہیں اور نہ ہی یہ معلوم کہ اِن کا مدعا کیا ہے۔ اخنس نے کہا کہ میں بھی اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہی حال میرا ہے۔ یہاں سے اُٹھ کر وہ عمرو بن ہشام کے مکان پر گیا اور اس سے پوچھا کہ اے ابو الحکم جو کچھ تم نے محمدؐ سے سنا اُس کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے؟ ابو الحکم نے جواب دیا کہ ہم میں [ہمارے قبیلے بنو مخزوم میں] اور بنو عبدِ مناف میں عزت و وقار کے لیے مقابلہ ہوا، انھوں نے لوگوں کو کھانے کھلائے ہم نے بھی کھلائے، انھوں نے لوگوں کے لیے سواریاں فراہم کیں اور ہم نے بھی کیں، انھوں نے سخاوت دکھائی اور ہم نے بھی مقابلے کی سخاوت کی یہاں تک کہ ہم دونوں برابر قرار پائے اور ہماری حالت شرط کے دو گھوڑوں کی سی ہو گئی تو اب وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس ایک نبی ہے جس کے پاس آسمان سے وحی آتی ہے، واللہ ہم تو نہ کبھی ایمان لائیں گے [۸۵] اور نہ اس کو سچا تسلیم کریں گے، اخنس نے یہ

---

۸۵ مصنف چاہتا ہے کہ بات صاف ہو، ابو جہل کی اس بات سے متعدد مسلم مورخین اور سیرت نگار غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں، خاص طور پر مستشرقین نے تو بہت پروپیگنڈا کیا ہے کہ اسلام کے نام پر مکہ میں برپا ہونے والی کش مکش کچھ نہیں تھی مگر بس کچھ خاندانوں کی ایک دوسرے پر بازی لے جانے کی کوششوں کی داستان ہے۔ اسی طرح ایک واجب الاحترام نے نسل در نسل قبائلی رقابت کو ان الفاظ میں [ہاشم بمقابلہ اُمیہ، عبد المطلب بمقابلہ حرب، محمدؐ بمقابلہ ابو سفیان، علیؓ بمقابلہ معاویہؓ اور حسینؓ بمقابلہ یزید] پیش کر کے اسلامی تاریخ میں حق و باطل کی کش مکش کو خاندانی کش مکش کا رنگ دے دیا ہے۔ یہ بالکل غلط بات ہے، ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر یا ایک سے زاید مواقع پر یہ دو قبایل اُصولوں کو پسِ پشت ڈال کر خاندانی وقار کے لیے ایک دوسرے کے سامنے آ گئے ہوں مگر جہاں تک نبی ﷺ کی مخالفت اور حمایت کا تعلق ہے وہ خالص عقیدے کی بنیاد پر ہوئی۔ انسان خود فریبی کا شکار ہوتا ہے، اپنے غلط رویے کے لیے بہانے تلاش کرتا ہے، سردارانِ مشرکین مکہ صاف اور کھلے الفاظ میں یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ وہ اپنی انا سے دست بردار ہو کر اپنی قیادت و سیادت کے منصب کو چھوڑ کر محمد ﷺ کی سربراہی اور قیادت میں کسی تحریک میں شامل نہیں ہونا چاہتے، نفس کی اس کم زوری کو چھپانے کے لیے وہ بہانے بناتے تھے، ابو جہل کو یہ بہانہ سوجھ گیا کہ نعوذُ باللہ بنو ہاشم نے اپنی بڑائی کے لیے محمدؐ کی نبوت کا ڈھونگ (نعوذُ باللہ) رچایا ہے، اگر یہی بات صحیح ہوتی تو کیوں اُس کا حقیقی سگا بھائی سلمہ بن ہشامؓ اپنے قبیلے بنو مخزوم کے لیے اپنے

باتیں سنیں تو اُٹھ کر اپنے گھر آ گیا۔

۴. اَروىٰ بنت حرب بن اُمیہ، اُمّ جمیل ابو لہب بن عبدالمطلب کی بیوی اور ابو سفیان کی بہن تھی، وہ نبی ﷺ کی عداوت میں اپنے خصم (شوہر) سے کم نہ تھی۔ پڑوسن ہونے کے ناتے اُسے آسان تھا کہ وہ روزانہ گلی میں نبی ﷺ کے لیے دروازے کے قریب رات کو کانٹے ڈال دیا کرے۔ بد زبان فتنہ پرور بھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے لیے کم ظرف لڑاکا عورتوں کی طرح بد زبانی کرنا اس کا مشغلہ تھا۔ اسی لیے قرآن میں اس کو حَمَّالَةَ الْحَطَبِ لگائی بُجھائی کرنے والی کا لقب عطا ہوا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ اس کی اور اس کے شوہر کی مذمّت میں قرآن نازل ہوا ہے تو وہ رسول اللہ ﷺ کو تلاش کرتی ہوئی آئی۔ آپ بیت اللہ، مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ ابو بکر صدیقؓ بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ یہ ایک مٹھی میں چھوٹے پتھر لیے ہوئے تھی۔ آپ کے سامنے آئی تو اللہ نے اس کی نظروں کو رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے سے محروم کر دیا۔ وہ صرف ابو بکرؓ کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے آتے ہی سوال کیا: ابو بکر تمھارا ساتھی کہاں ہے؟ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ میری ہجو کرتا ہے۔ واللہ! اگر ابھی مل گیا تو اس کے منہ پر یہ پتھر دے ماروں گی۔ دیکھو! اللہ کی قسم! میں بھی شاعرہ ہوں سنو: مذمماً عصینا وأمرہ أبینا ودینہ قلینا ''ہم نے مذمم کی نافرمانی کی۔ اس کے کہنے کو نہ مانا اور اس کے دین کو نفرت و حقارت سے چھوڑ دیا۔'' اس کے بعد واپس چلی گئی [۸۶]۔ ابو بکرؓ نے کہا: یا رسول اللہ! کیا اس نے آپؐ کو نہیں

بھائی ابو جہل کا ساتھ نہ دیتا، کیوں ابو جہل کا چچا زاد کزن ارقم بن ابی الارقمؓ محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کر کے آپ کے جاں نثاروں میں شامل ہوتا؟ کیوں بنو امیہ کے عثمان بن عفانؓ آپؐ کی غلامی اختیار کرتے؟ نبی ﷺ کی جس جس نے مخالفت کی محض ہوائے نفس کی خاطر کی، قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ اس ہوائے نفس پر ملمع سازی کے لیے شیطان نے بڑی بڑی پٹیاں پڑھائیں اُن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ بنو ہاشم کے فرد کو نبی مان لو گے تو تم اُس سے نیچے ہو جاؤ گے۔ آخر اگر انسانوں ہی میں سے کسی کو نبی بننا تھا تو وہ کسی نہ کسی قبیلے ہی کا ہوتا اور ہر طور یہ جنگ قبایلی معاشرے میں قبیلوں کی جنگ بنتی، لیکن اللہ نے حق و باطل کی کش مکش کو اتنا کھول کر رکھ دیا کہ سوائے بندگی نفس کے کوئی دوسری چیز حق کی مخالفت کا سبب نہ بنی، ہر نبی کی زندگی میں یہ جنگ صرف حق اور باطل کی جنگ تھی۔

۸۶ مشرکین جل کر نبی ﷺ کو محمدؐ کے بجائے مُذمم کہتے تھے جس کے معنی محمدؐ کے معانی کے بالکل برعکس ہیں معانی کے لحاظ سے محمد وہ شخص ہے جس کی تعریف کی جائے اور مذمم: وہ شخص ہے جس کی مذمت اور برائی کی

دیکھا؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں ؟اس نے مجھے نہیں دیکھا۔ اللہ نے اس کی نگاہ محدود کر دی تھی۔ ایک اور روایت کے مطابق جب وہ ابو بکرؓ کے پاس کھڑی ہوئی تھی تو اس نے یہ بھی کہا: ابو بکر! تمھارے ساتھی نے ہماری ہجو کی ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا: نہیں اس عمارت کعبہ کے رب کی قسم، نہ وہ شعر کہتے ہیں نہ اسے زبان پر لاتے ہیں۔ اُس کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا کہ تم صحیح کہتے ہو!

دوسرا گروپ: جنھوں نے رحمۃ للعٰلمین کی بددعا سنی

آپ اگلے سالوں کے واقعات میں پڑھیں گے کہ نبی ﷺ نے طائف میں شدید زیادتی، گالیوں اور سنگ باری کو سہا، لیکن آپ نے پھر بھی ان کے حق میں بددعا نہ کی۔ سورہ نوح میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اللہ کے برگزیدہ بندے اور نبی نوح علیہ السلام نے کس طرح اپنی مشرک قوم کو منہ بھر بھر کر بددعا دی، وہ پوری بددعا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے، جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ وہ حلیم و کریم نبی اللہ ﷺ اس شدید زیادتی سے ان مشرکین قریش کے ہاتھوں دوچار ہوا کہ اُس کے منہ سے جسے قرآن رحمۃ للعٰلمین کہتا ہے بددعا نکلی، یہ دنیا کے بدنصیب ترین لوگ تھے جنھوں نے اُس ذاتِ پاک کے منہ سے بددعا سنی! عقبہ بن معیط کی زیادتیوں کے ضمن میں آپ اونٹ کی اوجھڑی ڈالنے کا واقعہ پڑھ چکے ہیں[87]، جب وہ اوجھڑی آپؐ کی چھوٹی بیٹی فاطمہؓ نے روتے ہوئے ہٹا دی تب آپ نے سَر اٹھایا۔ پھر تین مرتبہ آپ نے ان ناب کاروں کے لیے یوں بددعا فرمائی اللّٰھم علیك بقریش، اللّٰھم علیك بقریش، اللّٰھم علیك بقریش: اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے، اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے، اے اللہ تو قریش کو پکڑ لے! اس کے بعد آپ نے ان بدبختوں میں سے ایک ایک کا نام لے لے کر بددعا دی: اے اللہ! ابو الحکم کو پکڑ لے اور اسی طرح آپؐ نے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید میں سے ایک ایک کا نام لے کر اللہ کو پکارا کہ وہ محمد ﷺ پر ان کی زیادتی کا انتقام لے۔ پھر بدر کے معرکے کے بعد ان سب کی [سوائے عقبہ بن ابی معیط کے کہ جس کی گردن علیحدہ ماری گئی] سر بریدہ لاشیں قلیبِ بدر والے کنوئیں میں پڑی

جائے۔ وہ چونکہ مذمم کی برائی کرتے تھے اس لیے ان کی برائی نبی ﷺ پر لاگو نہ ہوتی۔

87 اسی کتاب میں دیکھیے سُوْرَۃُ نُوْح آیات ۲۱ تا ۲۴ صفحہ ۱۹۹

تھیں۔ عقبہ بن ابی معیط اور عمرو بن ہشام (ابو جہل) کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں، باقیوں کے بارے میں مختصر معلومات دی جارہی ہیں۔

۵. عتبہ بن ربیعہ: یہ صاحب قریش کے درمیان اپنے نسب میں عالی مقام ہونے کے علاوہ نہایت عقل مند اور دانش ور جانے جاتے تھے۔ سیَر کی کتب میں اس کا مخالفت میں پیش پیش ہونا نہیں ملتا مگر یہ اُن بدبختوں میں شامل تھا جو مارے ہنسی کے ایک دوسرے پر گرے جارہے تھے اور پھر جب آپ ﷺ پر سے اوجھڑی ہٹائی گئی تو اِن ہنسنے والوں کے ایک ایک کا نام لے کر ذاتِ رسالت مآب نے بد دعا کی کہ اے اللہ ان کو پکڑ لے، تو یہ بھی اُن میں شامل تھا۔ اپنی فہم و فراست کی بنا پر قرآن کی حقّانیت کا قایل ہو گیا تھا مگر اس کو ذاتی اَنا کی بنیاد پر نبی ﷺ کی غلامی پر آمادہ ہونا قبول نہ تھا۔ اس واقعہ کے ایک سال بعد سرداران مکہ نے بات چیت کر کے نبی ﷺ کو دینِ اسلام سے دست برداری پر آمادہ کرنے کے لیے اِس کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ اِس نے نبی ﷺ سے بہت ساری باتیں کیں جن کے جواب میں آپ نے قرآن کی آیات سنائیں یہ سن چھ نبوت کا واقعہ ہے چناں چہ اسے ہم اُسی سال کے واقعات و تنزیلات میں بیان کریں گے۔ اس گفتگو کی خاص بات یہ ہے کہ عتبہ نے گفتگو کے بعد قریش کو یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ محمدؐ کے راستے سے ہٹ جائیں۔ اور باقی عرب کو اس کا مقابلہ کرنے دیں اگر محمدؐ جیت جائیں تو یہ قریش کی فتح ہو گی اور اگر عرب جیت جائیں تو یہ محمدؐ کی مخالفت کی بنا پر آنے والے کسی ممکنہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ دراصل اس پر وقتی طور پر قرآن نے اپنا ایک شدید اثر چھوڑا تھا جس پر قریش نے کہا تھا کہ محمدؐ کے پاس سے یہ وہ چہرہ لے کر نہیں آیا جو لے کر گیا تھا اور یہ طعنہ دیا تھا کہ اس پر محمدؐ کا جادو چل گیا۔ ان طعنوں نے ذاتی انا کو جگایا اور بہت سے لوگوں کو اسلام سے محروم رکھا۔ ہدایت صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، ہمیں بغیر کسی محنت اور کش مکش کے ملی ہے ہم کو اس کی قدر کرنی چاہیے۔

۶. شیبہ بن ربیعہ

۷. ولید بن عتبہ

۸. امیہ بن خلف: اس چھوٹے نصیب کا وطیرہ تھا کہ وہ جب بھی نبی ﷺ کو دیکھتا تو لعن

طعن کرتا اور آپ کو بڑے برے القابات سے پکارتا۔ اسی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ہر لعن طعن اور برائیاں کرنے والے کے لیے تباہی ہے۔ ابن ہشام کہتے ہیں هُمَزَہ وہ شخص ہے جو علانیہ گالی بکے اور آنکھیں ٹیڑھی کر کے اشارے کرے اور لُمَزَہ وہ شخص جو پیٹھ پیچھے لوگوں کی برائیاں کرے اور انھیں اذیت دے۔

۹. عمارہ بن ولید

تیسرا گروپ: آپ کے ہونے والے داماد جنھوں نے آپ کی بیٹیوں کو طلاق دی

۱۰. عُتَیبہ بن ابو لھب بن عبد المطلب، ابو لھب کا بیٹا، اس سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی کا نکاح ہوا رخصتی نہیں ہوئی تھی، اعلانِ نبوت سے خفا ہو کر ابو لھب نے بیٹوں سے طلاق دلوادی۔

۱۱. عتبہ بن ابو لھب بن عبد المطلب عُتَبہ کا بھائی، اس سے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیٹی کا نکاح ہوا رخصتی نہیں ہوئی تھی، اعلانِ نبوت سے خفا ہو کر ابو لھب نے بیٹوں سے طلاق دلوادی۔ ایک روز ابو لھب کا بیٹا عتبہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آیا اور بولا: وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ اور ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ کے ساتھ کفر کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ آپ پر ایذا رسانی کے ساتھ مسلط ہو گیا، آپ کا کرتا پھاڑ دیا اور آپ کے چہرے پر تھوک دیا۔ اگرچہ تھوک آپ پر نہ پڑا۔ اسی موقع پر نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے بددعا کی کہ اے اللہ! اس پر اپنے کتّوں میں سے کوئی کتّا مسلط کر دے۔ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی یہ بددعا قبول ہوئی۔ ابو لھب ملک شام میں کپڑے کی تجارت کرتا تھا، اُس نے اپنے کارندوں اور غلاموں کے ساتھ عتبہ کو بھی شام بھیجا۔ ایک رات قافلے نے ملک شام کے مقام زَرْقاء میں پڑاؤ ڈالا تو مقامی لوگوں نے متنبہ کیا کہ یہاں درندے ہوتے ہیں، عتبہ کو نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بددعا یاد تھی۔ وہ واویلا کرنے لگا اور کہنے لگا کہ مجھے محمدؐ کی بددعا یاد ہے، مجھے بچایا جائے۔ قافلے کے لوگوں نے رات کو اونٹوں کو ایک دائرے میں باندھا اور ان کے اندر دائرے میں قافلے کے تمام لوگ سوئے اور بیچوں بیچ عتبہ کو سلایا تاکہ شیر آئے تو عتبہ کے بجائے کسی اونٹ یا دوسرے کسی آدمی کو اپنا نوالہ بنائے اور عتبہ محفوظ رہے لیکن اللہ کا مسلط کردہ کتّا تو آنا تھا، رات کے وقت شیر نے ان کا چکر لگایا۔ عتبہ نے دیکھتے ہی کہا: ہائے میری تباہی! واللہ! یہ مجھے کھا جائے گا۔ جیسا کہ محمدؐ نے مجھ پر بددعا کی ہے، دیکھو میں شام میں ہوں لیکن اس نے مکہ میں رہتے ہوئے مجھے مار

ڈالا۔ شیر سب کو پھلانگتا ہوا سیدھا عتبہ کے پاس پہنچا اور سر پکڑ کر چبا ڈالا۔ عتبہ تڑپنے لگا اس میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی، وہ سسک کر بولا: کیا میں نہ کہتا تھا کہ محمدؐ سب سے زیادہ سچے ہیں! پھر وہ مر گیا۔

چوتھا گروپ: جاہل اور کم ظرف پڑوسی

تاریخِ انسانی کی بے مثال کمینگی: ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جو گروہ گھر کے اندر رسول اللہ ﷺ کو اذیت دیا کرتا تھا وہ یہ تھا۔

- ابو لھب
- حکم بن ابی العاص بن امیہ
- عقبہ بن ابی مُعیط
- عَدی بن حمراء ثقفی
- ابن الاصداء ہذلی

یہ سب کے سب آپ ﷺ کے پڑوسی تھے۔ ابو لھب اور عقبہ بن ابی معیط کا تذکرہ ہم تفصیل سے آئمۃ الکفر میں کر چکے ہیں۔ ان میں سے حکم بن ابی العاص کے علاوہ کوئی بھی مسلمان نہ ہوا۔ ان کے ستانے کا طریقہ یہ تھا کہ جب آپ ﷺ نماز پڑھتے تو کوئی پڑوسی ذبح شدہ بکری کی غلاظت اس طرح پھینکتا کہ وہ ٹھیک آپ ﷺ کے اوپر گرتی۔ چولھے پر ہانڈی چڑھائی جاتی تو بچہ دانی اس طرح پھینکتے کہ سیدھے ہانڈی میں جا گرتی۔ آپ ﷺ نے مجبور ہو کر ایک گھروندا [چھپّر] بنا لیا تاکہ نماز پڑھتے ہوئے ان سے بچ سکیں۔

بہر حال جب آپ ﷺ پر یہ گندگی پھینکی جاتی تو آپ ﷺ اسے لکڑی پر اٹھا کر نکلتے اور دروازے پر کھڑے ہو کر فرماتے: اے بنی عبد مناف! یہ کیسی ہمسایگی ہے؟ پھر اسے راستے میں ایک طرف ڈال دیتے تاکہ شاید دیکھ کر شرم کریں۔

۱۲. حکم بن ابی العاص بن امیہ نبی ﷺ کا پڑوسی

۱۳. عدی بن حمراء ثقفی نبی ﷺ کا پڑوسی

۱۴. ابن الاصداء ہذلی نبی ﷺ کا پڑوسی

پانچواں گروپ: آخری گروہ جنھوں نے استطاعت بھر دشمنی کی

۱۵. اُبی بن خلف اُمیہ کا بھائی اور عُقبہ بن ابی معیط کا گہرا دوست تھا۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز، نہ معلوم یہ اُبی بن خلف کا چھچھورپن اور کم ظرفی تھی جس نے عُقبہ بن ابی معیط پر سایہ کیا تھا یا یہ عُقبہ بن ابی معیط کا منحوس سایہ تھا جس نے اُبی بن خلف کو برباد کیا تھا۔ ایک بار عقبہ نے نبی ﷺ کے پاس بیٹھ کر آپ کی باتیں یا قرآن سنا [واللہ اعلم]۔ اُبی کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے دوست کو خوب برا بھلا کہا، غصّہ کیا اور اُس سے کہا کہ وہ جائے اور اس کام کی تلافی کے لیے رسول اللہ ﷺ کے منہ پر تھوک آئے۔ آخر عُقبہ نے ایسا ہی کیا لیکن وہ روئے مبارک تک نہیں پہنچا۔ خود اُبی بن خَلف نے ایک مرتبہ اپنے سینے میں لگی آگ کی تسکین کی خاطر ایک بوسیدہ ہڈی لا کر توڑی اور ہوا میں پھینک کر رسول اللہ ﷺ کی طرف اڑا دی۔

ابی بن خلف ایک دن شیخی بگھارتے ہوئے کہنے لگا: 'اللہ کی قسم! میرے پاس ایک گھوڑا ہے، اس گھوڑے پر بیٹھ کر میں محمدؐ کو قتل کر دوں گا۔ رسول اللہ ﷺ کو اس کے ناپاک ارادے کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ ان شاءاللہ! اسے تو میں ہی قتل کروں گا۔' احد کے میدان میں رسول اللہ ﷺ نے حارث بن صمہؓ سے نیزہ لے کر ابی بن خلف کو زخمی کر دیا اور وہ زخموں کی تاب نہ لا کر مکہ پہنچنے سے پہلے ہی مر گیا۔

۱۶. ولید بن مغیرہ

عبدالمطلب کے بعد قریش کا مسّلمہ سردارِ اعظم تھا۔ نبوت کے چوتھے سال جب رسول اللہ ﷺ کی نو دس مہینے کی پیہم مہماتی انداز میں دعوت و تبلیغ نے مشرکین قریش کا عموماً اور سرداروں کا خصوصاً چین و سکون غارت کر دیا اور حج کا موقع آگیا تو ولید نے لوگوں کو جمع کیا کہ سارے عرب سے جمع ہونے والے حاجیوں کے سامنے محمد ﷺ کی جانب سے پیش کی گئی دعوت کے توڑ کے لیے اور نبی ﷺ پر چسپاں کرنے کے لیے ایک متفقہ الزام اور مذمتی لقب اختیار کیا جائے۔ ولید نے

مکہ کے سرداروں کی جانب سے پیش کردہ تمام مذمتی پھبتیوں اور القاب کو عمدہ دلیلوں سے مسترد کردیا پھر سوچتا رہا، سوچتا رہا اور لوگوں ہی کے تجویز کردہ ایک بے ہودہ اور نامعقول لقب کو جسے پہلے اپنی دلیل سے مسترد کر چکا تھا انتخاب کرنے کا اعلان کردیا۔ اگر یہ بدبخت اُس موقع پر محفل کو بغیر کسی فیصلے کے ختم کردیتا تو محمد ﷺ کی مخالفت خود تمام قریش کے مخالف سرداروں کے ذہنوں میں نامعقول قرار پاجاتی۔ قرآن نے اس کا نام لیے بغیر اس کی چالاکی اور عیاری کا تذکرہ یوں کیا ہے اور ساتھ ہی دوزخ میں ڈالے جانے کی اطلاع بھی:

اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ قَدَّرَ ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَ بَسَرَ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَ اسْتَكْبَرَ ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ﴿۲۴﴾ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَ لَا تَذَرُ ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ﴿۲۹﴾ اس نے سوچا اور کچھ بات بنانے کی کوشش کی، تو خدا کی مار اس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ ہاں، خدا کی مار اُس پر، کیسی بات بنانے کی کوشش کی۔ پھر (لوگوں کی طرف) دیکھا۔ پھر پیشانی سکیڑی اور مُنہ بنایا۔ پھر پلٹا اور تکبُّر میں پڑ گیا۔ آخر کار بولا کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر ایک جادُو جو پہلے سے چلا آرہا ہے، یہ تو ایک انسانی کلام ہے۔ عنقریب میں اسے دوزخ میں جھونک دوں گا۔ اور تم کیا جانو کہ کیا ہے وہ دوزخ؟ نہ باقی رکھے نہ چھوڑے۔ کھال جھُلس دینے والی

(سُوْرَةُ الْمُدَّثِّر، آیات ۱۸-۲۹)

۱۷. نضر بن حارث

ظلم کا ایک طریقہ تو جسمانی مار اور ایذا تھی، مگر اسی پر بس نہ تھا، ظلم کا ایک اور طریقہ تھا وہ مسلمانوں پر تو کارگر نہ تھا مگر اسلام سے قربت محسوس کرنے والے معزز جوانوں کے لیے تھا، اُن پر سب سے بڑا ظلم یہ تھا کہ وہ اسلام سے دور رکھے جائیں۔ نضر بن حارث، اللہ کے رسول ﷺ کا خالہ زاد بھائی مکہ کے جاہلوں میں سے ایک بڑا جاہل تھا، ہر دور میں فنونِ لطیفہ کے نام پر جاہلیت اسلام کی سدِّ راہ بنتی ہے۔ نضر یہودیوں کے پاس حیرہ گیا۔ وہاں اُس نے یہود و نصاریٰ کی مردوں اور عورتوں کی مخلوط معاشرت دیکھی، اُن کی کتب کا جائزہ لیا، اُن کے گیت سیکھے اور بادشاہوں کے واقعات اور رستم

واسفندیار کے قصے سیکھ کر مکہ واپس آیا، اُس کا طریقِ واردات یہ تھا کہ جہاں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم دینِ اسلام کی باتیں کرتے اور اللہ کے غضب سے لوگوں کو ڈراتے، وہاں آپ کے بعد نضر بن حارث پہنچ جاتا اور کہتا کہ واللہ! محمد کی باتیں مجھ سے بہتر نہیں، اس کے بعد وہ فارس کے بادشاہوں اور رُستم واسفندیار کے قصے لہک لہک کر سناتا اور پھر داد چاہنے کے لیے دریافت کرتا کہ دیکھو محمدؐ کی باتوں سے زیادہ میرے قصّے دل چسپ ہیں نا! کاش اُسے معلوم ہوتا!

نضر نے لوگوں کو محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم اور اُن کی تعلیمات سے دور رکھنے کے لیے اپنے خیال میں ایک انوکھی ترکیب ایجاد کی جس پر آج نام نہاد امتِ مسلمہ کی فلم انڈسٹری اور ٹی وی کے کارپردازان عمل پیرا ہیں، میں سوچ سوچ کر حیران ہوں کہ اُس وقت کیا ہوگا جب یہ محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا کلمہ پڑھنے والی ساری فلم اور ٹی وی انٹرٹینمنٹ انڈسٹری اپنے آقا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے دشمن نضر بن حارث کے ساتھ کھڑی ہو گی۔ نضر کی دوسری ترکیب یا کہیے کہ طریقِ واردات یہ تھا کہ اُس نے لوگوں کو اسلام سے دور رکھنے اور انھیں لہو و لعب میں مشغول کرنے کے لیے دو حسین جوان رقّاصائیں خرید رکھی تھیں بالکل ٹی وی اور فلمی اداکاراؤں جیسی، جب وہ کسی کے متعلق سنتا کہ وہ نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی طرف مائل ہو رہا ہے تو اُس کے پاس اِن کو لے جاتا اور رقّاصاؤں [ناچنے والیاں] سے کہتا کہ اسے کھلاؤ پلاؤ اور گانے سناؤ اور اُس نوجوان سے جو جاہلیت کو چھوڑ کر اسلام پر مائل تھا کہتا کہ تمھارے لیے یہ لڑکیاں اور گانے اُس سے بہتر ہیں جس کی طرف تم کو محمدؐ بلاتے ہیں۔ ہائے، کل محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا دشمن یہ کام کرتا تھا، آج قرآن کی تلاوت اور نعتیں سنا کر ہمارے سرکاری اور پرائیویٹ ٹی وی یہ بے ہودہ اخلاق باختہ لڑکیوں کے پروگرام دکھاتے ہیں اور ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں محمد صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے بجائے اِن پر فریفتہ ہو جاتے ہیں، خدا کی مار ہو ان جاہلوں پر!

۱۸. ابوسفیان [فتح مکہ کے موقع پر ایمان سے سرافراز ہوئےؓ اسلام ماقبل اسلام ساری غلطیوں کو معاف کر دیتا اور گناہوں کو دھو دیتا ہے] ابو جہل کے بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں ہلاک ہو جانے کے بعد اسلام کے خلاف فتح مکہ سے قبل تک تمام عسکری مہمات کی ابوسفیان نے سپہ سالاری کی۔ بدر کے موقع پر یہ قریش کے تجارتی قافلے کی سربراہی کر رہا تھا اور اس کی رائے میں جب وہ قافلے کو بحفاظت نکال لے گیا تھا تو جنگ سے گریز بہتر تھا، یہ بات ابو جہل کی سمجھ میں نہ آسکی

تھی۔ بدر سے قبل تک اس کی اسلام یا نبی اللہ ﷺ کی دشمنی کی کوئی حرکت رپورٹ نہیں ہوئی سوائے اس کے کہ ابو طالب کے پاس جو وفود گئے اُن میں اس نے مشرکین کی نمایندگی کی اور مشرکین کے مشوروں میں شریک رہا۔ ابو سفیانؓ فتحِ مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہو گئے اور بعد میں خلفائے راشدین کے زمانے میں جہاد میں حصہ لیا، نبی ﷺ نے اُن تمام اہلِ مکہ کو معافی دینے کا اعلان کیا جو ابو سفیانؓ کے گھر میں داخل ہو جائیں۔

۱۹. مطعم بن عدی

مُطعِم بن عدی، ابو طالب کی مانند ایک بڑا سردار تھا، دینِ اسلام سے دشمنی اور عداوت اپنی جگہ مگر انسانی اعلیٰ اوصاف سے معمور شخصیت کا حامل تھا اور دو (۲) مواقع پر اُس نے رسول اللہ ﷺ کی بھرپور مدد کی، پہلی بنو ہاشم سے معاہدہ مقاطعہ [۸۸] کو ختم کرانے میں اور دوسری مرتبہ نبی ﷺ کی طائف سے زخمی اور کبیدہ خاطر واپسی پر آپؐ کو جب کوئی دوسرا اپنی پناہ میں لے کر مکہ میں واپس لانے پر آمادہ و تیار نہیں تھا، مُطعِم نے روایتی بہادری اور اعلیٰ ظرفی کے مظاہرے کے لیے رسول اللہ ﷺ کو اپنے بیٹوں کے ہمراہ برہنہ تلواروں کی حفاظت و پناہ میں مکہ واپس لایا اس اعلان کے ساتھ کہ یہ میری پناہ میں ہیں، خبردار کوئی ہاتھ اُٹھانے کی جرات نہ کرے۔ شبلیؒ اپنی سیرۃ النبی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مطعم نے کفر کی حالت میں غزوۂ بدر سے پہلے وفات کی۔ حضرت حسانؓ جو دربارِ رسالت کے شاعر تھے انھوں نے مرثیہ لکھا۔ زرقانی نے یہ مرثیہ بدر میں نقل کیا ہے (زرقانی ج ۱ ص ۵۱۶) اور لکھا ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں، مطعم کا یہ کام بے شبہ مدح کا مستحق تھا۔ لیکن آج کل کے مسلمان حسانؓ اور زرقانی سے زیادہ شیفتۂ اسلام ہیں، اس لیے معلوم نہیں حضرت حسانؓ کا یہ فعل آج بھی پسند کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

---

۸۸ معاہدہ مقاطعہ جسے مورخین غلطی سے محاصرہ شعب ابی طالب کہتے ہیں، میرے خیال میں کوئی محاصرہ نہیں تھا، ۶ ہجری کے واقعات میں تفصیل سے اس معاملے پر گفتگو ہو سکے گی اِن شاء اللہ العزیز۔

قرآن، مخالفت میں پیش پیش سرداروں کی سیرت و کردار کا ایک نقشہ کھینچتا ہے

مکہ کے دشمنانِ نبی ﷺ میں سے سوائے ابولھب کے قرآن نے کسی اور کا نام لے کر مذمت نہیں کی۔تاہم ان مخالفین کی سیرت و کردار کا ایک اجمالی نقشہ کھینچا ہے، جس کے بڑے حصوں پر اوپر مذکورہ دشمنان دین و نبی ﷺ پورے اترتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہم سُوۡرَۃُ الۡقَلَم کے نزول کے موقع پر اُس کا مفہوم بیان کرنے کے دوران (صفحہ ۲۱۰-۲۱۱ پر) اس کا تذکرہ کر چکے ہیں۔ابو جہل، ولید بن مغیرہ، اخنس بن شُریق، امیہ بن خلف وغیرہ جیسے دشمنانِ دین کے لیے بھی نام لیے بغیر اشارے وارد ہوئے ہیں جنھیں حاشیہ ۷۶ میں صفحہ ۲۱۸ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆